Volume 03, Issue 01,
January-March 2025
PP: 87-95
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

غیر مسلموں کی طرف سے مسلمانوں کی معاونت

تعلیمات سیرت ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Assistance and Support by Non-Muslims to Muslims

An Analytical Study in the Light of Sīrat al Nabi ﷺ

Aafaq Ahmad [1], Samia Faisal [2], Suleman Khalil[3]

Article History

Received
22-01-2025

Accepted
16-02-2025

Published
20-02-2025

Indexing
World of Journals, Asian Research Index, DORA, Urdu Jarayed, Academia, Google Scholar, EuroPub, Reviewer Credits

Abstract

In order for human beings to survive and live on earth, mutual assistance is essential. It is inevitable for humans to depend on one another, as living together is an innate necessity. The world operates on human cooperation, and its needs are constantly growing, requiring every individual to rely on the help of others. For Muslims, the importance of cooperation and assistance among themselves is constantly increasing, along with the need to support non-Muslims. The world today has taken the form of a global village, where all nations and individuals are interdependent, and the economy functions based on these interconnected relationships. In such a world, people face various challenges and difficulties that can impact their autonomy, especially when they require basic rights during natural disasters such as floods or earthquakes. In these situations, individuals face difficulties in obtaining help, which affects their independence.

Islam has encouraged people to cooperate in such times and has provided laws and guidelines for helping one another in acts of goodness and righteousness. The Prophet Muḥammad (peace be upon him) also sought cooperation from non-Muslims, and his life serves as an exemplary model for us. On numerous occasions, non-Muslims assisted the Prophet, such as when the Najāshī (Negus) helped during the migration to Ḥabashah (Abyssinia), and when Abū Ṭālib, Muṭʻim ibn ʻAdī, and Umm Maʻbad offered their support.

Keywords:

Mutual Assistance, Human Cooperation, Interdependence, Global Village, Natural Disasters, Islam and Cooperation, Righteousness, Prophet Muḥammad, Najāshī, Ḥabashah, Abū Ṭālib, Muṭʻim ibn ʻAdī, Umm Maʻbad.

[1] *M.Phil Scholar, Department of Islamic Thought and Civilization, UMT, Sailkot Campus.*
[2] *M.Phil Scholar, Riphah International Univeristy, Faisalabad.*
[3] *Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad*
rsulemankhalil@gmail.com

All Rights Reserved © 2023 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development
ROAD Directory of Open Access Scholarly Resources
OPEN ACCESS

تمہید

دنیا میں انسان کی بقا اور سکونت کے لئے ایک دوسرے کی مدد ضروری ہے۔ انسان کا ایک دوسرے پر انحصار کرنا لازمی ہے کیونکہ مل جل کر رہنا ہی اس کی فطری ضرورت ہے۔ دنیا کا نظام انسانوں کے تعاون سے چل رہا ہے اور اس کی ضروریات دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہیں، جس میں ہر فرد کو دوسروں کی معاونت کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کے لئے آپس میں تعاون اور مدد کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کی امداد کی اہمیت بھی مسلسل بڑھتی جا رہی ہے۔

دنیا آج ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے، جہاں تمام ممالک اور افراد ایک دوسرے کے ساتھ باہمی طور پر منسلک (Interdependent) ہیں اور معیشت اسی باہمی تعلقات کے تحت چلتی ہے۔ اس میں لوگوں کو مختلف مشکلات اور چیلنجز درپیش ہوتے ہیں، جس سے ان کی خود مختاری متاثر ہو سکتی ہے، خاص طور پر جب انہیں کسی قدرتی آفت جیسے سیلاب یا زلزلہ کے دوران اپنے بنیادی حقوق کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس صورت میں افراد کو ایک دوسرے کی مدد حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کی خود مختاری پر اثر پڑتا ہے۔ اسلام نے انسانوں کو ان حالات میں آپس میں معاونت کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں قوانین اور ہدایات فراہم کی ہے کہ آپس میں نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں معاونت کرو۔[1]

آپ ﷺ نے بھی غیر مسلموں سے تعاون حاصل کیا اور ان کی حیات ہمارے لیے ایک بہترین نمونہ ہے۔ متعدد مواقع پر غیر مسلموں نے آپ ﷺ کی مدد کی، جیسے کہ نجاشی نے حبشہ کی ہجرت کے وقت اور ابو طالب، مطعم بن عدی اور اُمّ معبد کے تعاون کے حوالے سے معروف روایات موجود ہیں۔ مقالہ ہذا میں اسی موضوع کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

غیر مسلم: تعریف و تحدید

غیر مسلم سے مراد وہ جو اسلام کے دین کو برحق نہیں مانتا یا اس کے مسلمہ عقائد و ارکان میں سے کسی ایک کا انکار کرے۔ جو شخص اسلام کو مکمل طور پر مسترد کرتا ہے، اس کو کافر کہا جاتا ہے۔ پھر اس کفر اور انکار کی نوعیت کے مطابق اسے مختلف نام دیئے جاتے ہیں۔

اہل کتاب

ان سے مراد وہ افراد ہیں جو قرآن مجید میں مذکور سابقہ الہامی کتابوں میں سے کسی ایک پر ایمان رکھنے کے دعویدار ہیں، تاہم وہ قرآن اور آپ ﷺ کی نبوت کے منکر ہیں، جیسے کہ یہود و نصاریٰ۔ قرآن نے ایسے لوگوں کے لیے "اہل کتاب" کا لفظ استعمال کیا ہے۔[2]

شبہ اہل کتاب

وہ افراد جو قرآن، تورات، انجیل اور زبور کو تسلیم نہیں کرتے لیکن کسی اور آسمانی کتاب پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، جیسے کہ صابی، جو ایک آسمانی کتاب کے قائل تھے مگر ساتھ ہی بتوں کی عبادت بھی کرتے تھے اور مجوس (پارسی)، جو اپنی کتاب پر ایمان رکھنے کے باوجود سورج، آگ اور دیگر قدرتی عناصر کی پرستش کرتے تھے۔ ایسے افراد سے نکاح کرنا اور ان کے ذبیحے کو حلال سمجھنا جائز نہیں، تاہم دیگر معاملات میں ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ علامہ سرخسی کے مطابق، آپ ﷺ نے اہل مجوس میں سے بعض سے جزیہ قبول فرمایا تھا اور ہدایت دی تھی کہ ان کی خواتین سے نکاح اور ان کے ذبیحے کے علاوہ دیگر تمام معاملات میں ان کے ساتھ اہل کتاب کی طرح سلوک کیا جائے۔[3]

قرآن مجید میں صابیوں اور مجوسیوں کا تذکرہ الگ سے کیا گیا ہے۔[4]

قدیم دور میں صابی کے نام سے دو الگ الگ گروہ تھے۔ ایک گروہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیروکاروں پر مشتمل تھا، جو الجزیرہ (بالائی عراق) کے علاقوں میں بڑی تعداد میں آباد تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے تحت غسلِ تطہیر (اصطباغ) کے طریقے پر عمل پیرا

تھے۔ دوسرا گروہ ستارہ پرستوں کا تھا، جو اپنے مذہب کو حضرت شیث اور حضرت ادریس علیہما السلام سے منسوب کرتے تھے۔ یہ لوگ عناصر اور سیاروں کی حکمرانی میں فرشتوں کے کردار پر یقین رکھتے تھے اور ان کا اہم مرکز حران میں واقع تھا، جبکہ عراق کے مختلف حصوں میں بھی ان کی شاخیں موجود تھیں۔[5]

اسی طرح، مجوسی یعنی ایران کے آتش پرست خود کو زرتشتی مذہب کے پیروکار سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ روشنی اور تاریکی دو الگ الگ خداؤں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وقت کے ساتھ، ان کے عقائد اور اخلاقیات پر مزوک کی گمراہیوں نے گہرا اثر ڈالا، جس کے نتیجے میں ان کے معاشرتی رویوں میں ایسی غیر معمولی رسومات شامل ہو گئیں، جیسے کہ سگی بہن سے نکاح کا رواج۔[6]

کفار و مشرکین

وہ جن کے پاس کوئی الہامی کتاب نہیں ہے اور نہ وہ اس کے دعویدار ہیں اور جو اللہ رب العزت کے ساتھ بہت سی چیزوں کو شریک ٹھہراتے ہیں اور اپنے آپ کو کسی بھی مذکورہ گروہ سے منسلک نہیں سمجھتے، انہیں مشرکین کہا جاتا ہے۔ اگرچہ شرک کسی نہ کسی انداز میں مذکورہ گروپوں میں بھی موجود ہے، لیکن ان لوگوں کو ان سے واضح طور پر الگ اور نمایاں کرنے کے لیے ایک علیحدہ نام سے پکارا گیا ہے۔

مرتدین

مرتد وہ شخص ہے جو پہلے مسلمان ہو اور پھر دین اسلام کو ترک کر دے اور کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لے۔ دوسرے الفاظ میں، جو شخص دین اسلام کو اپنانے کے بعد اس کا طریقہ ترک کر کے کسی اور مذہب کی طرف مائل ہو تا ہے، اسے مرتد کہا جاتا ہے۔ مجد الدین ابی البرکات مرتد کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ مرتد وہ شخص ہے جو قبول اسلام کے بعد اس کا منکر ہو جاتا ہے، لہٰذا جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، اس کی ربوبیت یا کسی صفت یا کسی کتاب یا رسول کا انکار کیا یا اللہ یا اس کے رسول کو گالی دی، تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔[7]

دار الاسلام کی حدود میں یا اس کے باہر غیر مسلم یا کافر جماعت کا اہل اسلام کے ساتھ تعلق مختلف صورتوں میں ہو تا ہے، اس لیے اسلام نے ان سب کے لیے علیحدہ علیحدہ احکام وضع کیے ہیں۔

غیر مسلم متحارب

ان سے مراد جو اسلام کے اقتدار اعلیٰ کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔ جب وہ عالم اسلام، اس کے مجموعی مرکز یا آج کے دور میں کسی اسلامی ریاست کے ساتھ برسرپیکار ہوں، تو ایسے غیر مسلموں کے خلاف جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں ان کے مقابلے سے متعلق واضح احکامات موجود ہیں۔ غیر مسلموں سے متعلق شدت پر مبنی آیات اور احادیث کا مقصد بھی ایسے ہی غیر مسلموں کو نشانہ بنانا ہو تا ہے۔[8]

غیر متحارب غیر معاہد

ان سے مراد وہ غیر مسلم ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ معاندانہ رویہ نہیں رکھتے یا عالم اسلام کے کسی ملک کے خلاف برسرپیکار نہیں ہیں اور ان کا کوئی مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ بھی نہیں ہو تا ہے۔ ایسے غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنا رویہ امن و امان والا رکھیں۔[9]

غیر متحارب معاہد

ان سے مراد وہ غیر مسلم ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ نہ تو کوئی معاندانہ رویہ رکھتے ہیں اور نہ ہی حالت جنگ میں ہیں، بلکہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیے ہوئے ہیں۔ ایسے افراد کے ساتھ مسلمانوں کو پر امن رویہ اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے ساتھ کیے گئے معاہدات کی پاسداری کرنے کی بھی پابندی کرنا ہوتی ہے۔[10]

اسلامی حکومت کی غیر مسلم اقلیتیں

1۔ معاہد

وہ غیر مسلم رعایا جو کسی معاہدے کے ذریعے اسلامی حکومت کو تسلیم کریں اور جنگ کا سامنا نہ ہو، فقہی اصطلاح میں معاہدین کہلاتے ہیں۔ جب اسلامی حکومت کے زیر نگیں آنے پر کوئی معاہدہ طے پائے، تو اسلامی حکومت اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کی مجاز نہیں ہوتی۔ جو مراعات اور حقوق معاہدے کے وقت طے پاتے ہیں، ان کی تکمیل لازمی ہوتی ہے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ معاہد وہ شخص ہے جس کے ساتھ تمہارے درمیان عہد و پیمان ہو۔ حدیث میں یہ زیادہ تر ذمیوں پر اطلاق ہوتا ہے، لیکن یہ لفظ ان غیر مسلموں کے لیے بھی مستعمل ہے جن سے معینہ مدت تک جنگ کی صلح ہو جائے۔[11]

2۔ ذمی

وہ افراد یا جماعتیں جو اہل اسلام سے شکست کھا کر یا دیگر وجوہات کی بنا پر اپنے نظام کو چھوڑ کر اسلام کے سیاسی اور معاشی نظام کو تسلیم کرتی ہیں اور اس کے اقتدار اعلیٰ کی سرپرستی قبول کرتی ہیں، انہیں ذمی کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عبد الکریم زیدان ان کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ یہود و نصاریٰ اور وہ تمام افراد جو دار السلام میں رہائش اختیار کرتے ہیں۔[12]

ذمی جزیہ کی ادائیگی کے بدلے اپنی جان و مال کے تحفظ کی ضمانت حاصل کرتے ہیں۔ جزیہ ادا کرنے کے بعد ان کی جان و مال کا تحفظ اسلامی حکومت کی ذمہ داری بن جاتا ہے اور جزیہ وصول کرنے کے بعد انہیں کسی قسم کی پریشانی یا تکلیف پہنچانے کا حکومت کو کوئی حق نہیں ہوتا۔ جزیہ صرف اہل قتال پر فرض ہے، جبکہ بچے، خواتین، بوڑھے، بیمار اور اپاہج افراد اس سے مستثنیٰ ہیں۔

3۔ مستامن

دارالحرب کی وہ حربی یا معاہد جماعتیں جو تجارت یا کسی عارضی ضرورت کے تحت خلیفہ یا اس کے حکام کی اجازت سے دار الاسلام میں داخل ہو کر کچھ مدت کے لیے قیام کرتی ہیں، انہیں مستامن کہا جاتا ہے۔ الموسوعة الفقهية میں مستامن کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے کہ یہ وہ فرد ہوتا ہے جو کسی دوسرے علاقے میں امن و حفاظت کے ساتھ داخل ہو، چاہے وہ مسلمان ہو یا جنگی فریق سے تعلق رکھتا ہو۔[13]

اہل ذمہ

یہ اس اقلیت سے متعلق ہے جو نہ تو جنگ کے نتیجے میں اور نہ ہی کسی معاہدے یا صلح کے ذریعے اسلامی حکومت کی رعایا بنی ہو، بلکہ کسی اور طریقے سے اسلامی سرزمین کا حصہ بنی ہو، جیسے ہجرت کر کے یہاں سکونت یا تجارتی مقاصد کے تحت آکر مستقل رہائش اختیار کرنا۔ تمام اہلِ ذمہ جو مسلم حکومت کے شہری ہوں، ان کے لیے فقہائے اسلام نے مخصوص حقوق مقرر کیے ہیں۔ امام ابو یوسف نے خلیفہ ہارون الرشید کو اقلیتوں کے بارے میں لکھا کہ ان پر ظلم نہ کیا جائے، انہیں کسی قسم کی اذیت نہ دی جائے اور ان پر ان کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے گا۔[14]

الماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں محتسب کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی اقلیتی فرد کے ساتھ زیادتی کرے تو اسے سزا دے اور کسی اقلیتی فرد کے ساتھ ظلم نہ ہونے دے۔[15]

معاونت کا معنی و مفہوم

معاونت سے مراد ہے کسی کے ساتھ تعاون کرنا یا اس کی مدد کرنا۔ عربی لغت میں اس کا مادہ ع۔و۔ن ہے، جس کا معنی ہے مدد فراہم کرنا۔ جبکہ تعاون کا مطلب ہوتا ہے باہمی مدد کرنا۔[16]

معاونت کے مقابل لفظ اعانت بھی استعمال ہوتا ہے۔ اعانت لغوی طور پر "العون" سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے کہ کسی نے کسی کی مدد کی۔ یعنی ایک شخص نے دوسرے سے مدد طلب کی۔ تعاون کا مطلب ہے ایک دوسرے کی مدد کرنا، چاہے وہ ظاہری ہو یا پوشیدہ۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعاون کرنے کا حکم دیا ہے، بشرطیکہ وہ نیکی اور تقویٰ پر ہو اور انہیں گناہ اور زیادتی میں آپس میں تعاون کرنے سے منع کیا ہے۔[17]

تعاون کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کی مدد کرنا[18]، اور یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو گروہ کے افراد کے درمیان ہوتا ہے تاکہ ان میں سے ہر ایک کے حقوق اور ذمہ داریاں برابر ہوں۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرے، خواہ وہ نیک کام کرنے میں ہو، اللہ کی اطاعت میں ہو، اس کی نافرمانی سے بچنے میں ہو یا اگر کسی کو کسی معاملے میں مدد کی ضرورت ہو تو وہ اس کی مدد کرے۔

شیخ عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معاونت کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیکی کا حکم دیا جائے اور ہر برائی سے بچا جائے، کیونکہ بندے کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ خود بھی اور اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرے۔[19]

شیخ ابن بازؒ فرماتے ہیں کہ تعاون کا مطلب ہے نیکی اور تقویٰ میں لوگوں کی مدد کرنا، ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ نیکی کرنا اور برائی سے بچنا، کیونکہ لوگ یا تو نیکی کرتے ہیں یا برائی، لیکن نیکی پر تعاون آپ کے دوست کی مدد کرنا اور اس کے لیے آسانی پیدا کرنا ہے، چاہے وہ آپ سے متعلق ہو یا دوسروں سے، جبکہ برائی پر اس کی مخالفت کرنا اور اسے روکنا ہے۔ آپ کو ان لوگوں کی طرف اشارہ نہیں کرنا چاہیے جو اسے چھوڑنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا نیکی کرنا، اس میں تعاون کرنا اور لوگوں کے لیے سہولت فراہم کرنا، تقویٰ اپنانا، برائی کو روکنا اور لوگوں کو اس سے بچانا، اس کے بارے میں متنبہ کرنا تاکہ آپ امت کے بہترین افراد بن سکیں۔[20]

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ گناہ یہ ہے کہ آپ اللہ کے حکم کو ترک کریں اور عدوان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے مقرر کردہ دین میں تجاوز کریں، اور اللہ نے جو فرض کیا ہے اس میں حد سے آگے بڑھنا۔[21]

غیر مسلموں کی طرف سے معاونت: تعلیمات سیرت ﷺ کی روشنی میں

ذیل میں سیرت النبی ﷺ سے ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے جن میں غیر مسلموں کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو معاونت ملی۔

حکیم بن حزام کا شعب ابی طالب میں راشن پہنچانا اور جناب ابو طالب کا آپ ﷺ کی حفاظت کرنا

شعب ابی طالب کے بائیکاٹ کے نتیجے میں حالات نہایت سنگین ہو گئے تھے۔ خوراک اور دیگر ضروری اشیاء کی رسد منقطع ہو چکی تھی، کیونکہ مکہ میں آنے والا غلہ اور سامان مشرکین پہلے ہی خرید لیتے تھے۔ اس صورتحال نے محصورین کو شدید مشکلات سے دوچار کر دیا، یہاں تک کہ انہیں درختوں کے پتے اور چمڑے کھانے پر مجبور ہونا پڑا۔ بھوک کے باعث بچے اور خواتین روتے بلکتے تھے اور ان کی آہیں گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی تھیں۔ محصورین کے پاس اشیائے ضرورت نہ ہونے کے برابر تھیں اور جو کچھ پہنچتا بھی تھا، وہ بھی خفیہ طریقے سے۔ حرمت والے مہینوں کے علاوہ دیگر دنوں میں وہ گھاٹی سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ اگرچہ بیرونی قافلوں سے سامان خریدنے کا موقع ملتا تھا، لیکن مکہ کے لوگ نرخ اتنے بڑھا دیتے کہ خریداری ناممکن ہو جاتی۔

حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے، حکیم بن حزام، بعض اوقات اپنی پھوپھی کے لیے خفیہ طور پر گندم بھجوا دیا کرتے تھے۔ ایک بار، جب وہ یہ سامان لے جا رہے تھے، تو ابو جہل نے انہیں روکنے کی کوشش کی، مگر ابو البختری نے مداخلت کر کے انہیں اجازت دلوائی۔

ان ایام میں حضرت ابو طالب کو مسلسل آپ ﷺ کی سلامتی کا خدشہ لاحق رہتا۔ اس خطرے کے پیش نظر، جب لوگ رات کو اپنے بستروں پر سوتے، تو وہ آپ ﷺ کو فرماتے کہ پہلے کسی اور کے بستر پر آرام کریں، تاکہ دشمن آپ کی اصل جگہ کا اندازہ نہ لگا سکے۔ بعد میں، جب

سب لوگ سو جاتے، تو حضرت ابو طالب بستر تبدیل کروا دیتے اور اپنے بیٹوں، بھائیوں یا کسی اور قریبی شخص کو آپ ﷺ کے بستر پر سلا دیتے، جبکہ آپ ﷺ کسی اور جگہ آرام فرماتے۔

آپ ﷺ وادی طائف میں

دس نبوی، ماہ شوال میں آپ ﷺ طائف گئے۔ یہ شہر مکہ سے تقریباً ساٹھ (60) میل کے فاصلے پر تھا اور آپ ﷺ نے یہ سفر پیدل طے کیا۔ آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہؓ، جو آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، موجود تھے۔ راستے میں آپ ﷺ جس بھی قبیلے سے گزرتے، انہیں دعوت اسلام دیتے، مگر کوئی قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ طائف پہنچنے پر آپ ﷺ قبیلہ ثقیف کے تین سرداروں، عبد یالیل، مسعود اور حبیب کے پاس گئے۔ یہ تینوں بھائی تھے اور ان کے والد کا نام عمیر بن تشیئی تھا۔[22] آپ ﷺ نے ان کے ساتھ بیٹھ کر انہیں اللہ کی عبادت اور اسلام کی دعوت دی، مگر ان کا رویہ انتہائی سخت تھا۔ ایک نے طنزیہ کہا کہ اگر واقعی تم اللہ کے رسول ہو تو پھر کعبے کا غلاف خود بخود پھٹ جانا چاہیے۔ دوسرے نے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا کہ کیا اللہ کو تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ملا؟ تیسرے نے کہا کہ اگر تم سچ میں نبی ہو تو تمہاری مخالفت کرنا میرے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اور اگر تم جھوٹے ہو تو میرا تم سے بات کرنا وقت ضائع کرنا ہے۔ ان کی انکار بھری باتیں سن کر نبی کریم ﷺ وہاں سے خاموشی سے اُٹھے اور بس اتنا فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا، اسے راز میں رکھنا۔ آپ ﷺ طائف میں دس دن قیام پذیر رہے اور ان کے ہر ایک سردار کے پاس جا کر دعوتِ حق پیش کی، مگر ہر بار انہیں یہی جواب ملا کہ وہ شہر چھوڑ دیں۔ آخر کار، ان لوگوں نے اپنے اوباشوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا[23]، جو گالیاں بکتے، تالیاں پیٹتے اور آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے رہے۔ راستے کے دونوں جانب لوگ قطاروں میں کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ پر پتھر برسانے لگے۔ پتھروں کی شدت سے آپ ﷺ کے پاؤں زخمی ہو گئے اور خون بہنے لگا۔ حضرت زید بن حارثہ نے آپ ﷺ کو بچانے کی کوشش کی، مگر وہ بھی زخمی ہو گئے۔ یہ لوگ اس وقت تک پیچھا کرتے رہے جب تک کہ آپ ﷺ طائف سے تین میل دور، عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ کے ایک باغ میں نہ پہنچ گئے۔ جب آپ ﷺ باغ میں داخل ہوئے تو اوباشوں نے پیچھا چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ تھکن اور تکلیف سے نڈھال ہو کر انگور کی بیل کے نیچے سائے میں بیٹھ گئے اور اللہ سے دعاء کی۔

اس باغ کے مالک عتبہ اور شیبہ نے جب آپ ﷺ کی حالت زار دیکھی تو ان کے دل میں ہمدردی پیدا ہوئی۔ عتبہ اور شیبہ نے اپنے غلام عداس جو مسیحی تھا کو انگوروں کا ایک خوشہ دے کر آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب عداس نے انگور دیے تو آپ ﷺ بسم اللہ کہہ کر کھانے لگے۔ یہ الفاظ سن کر عداس حیران ہوا اور کہا کہ یہاں کے لوگ ایسا نہیں کہتے۔ اس پر آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کہاں کا رہنے والا ہے اور اس کا مذہب کیا ہے؟ عداس نے جواب دیا کہ وہ نینویٰ کا باشندہ اور عیسائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو تم اس بستی سے ہو جہاں صالح انسان یونس بن متی رہتے تھے؟ یہ سن کر عداس مزید حیران ہوا اور پوچھا: آپ ان کو کیسے جانتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ میرے بھائی اور نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ یہ سنتے ہی عداس کے دل میں ایمان کی روشنی داخل ہو گئی اور اس نے عقیدت و محبت سے آپ ﷺ کے ہاتھ، پاؤں اور سر کو بوسہ دیا۔[24]

وادی طائف سے واپسی پہ ابن عدی کی امان

طائف میں پیش آنے والے تکلیف دہ واقعات کے بعد، حضرت زید بن حارثہ نے دریافت کیا کہ اب مکہ میں واپسی کیسے ممکن ہو گی، جہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ کو نکال دیا تھا؟ آپ ﷺ نے پورے یقین کے ساتھ فرمایا کہ اللہ ضرور راستہ نکالے گا، وہ اپنے دین کو غالب کرے گا اور اپنے نبی کی نصرت فرمائے گا۔[25]

جب رسول اللہ ﷺ مکہ کے قریب جبلِ حرا کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے شہر میں داخل ہونے کے لیے کسی کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ سب سے پہلے، آپ ﷺ نے اخنس بن شریق جو خزاعہ کے سردار تھے ان کو پیغام بھیجا، لیکن اس نے معذرت کر لی، یہ کہتے ہوئے کہ وہ قریش کا حلیف ہے اور اسے کسی کو پناہ دینے کا اختیار حاصل نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے سہیل بن عمرو سے امان طلب کی، مگر اس نے بھی انکار کرتے ہوئے کہا کہ اس کی پناہ صرف بنی عامر تک محدود ہے، بنو کعب پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ آخر میں، آپ ﷺ نے مطعم بن عدی کو پیغام بھیجا، جس نے اسے قبول کر لیا۔ اس نے اپنے بیٹوں اور قبیلے کے افراد کو حکم دیا کہ وہ ہتھیار بند ہو کر خانہ کعبہ کے ارد گرد کھڑے ہو جائیں، کیونکہ اس نے نبی کریم ﷺ کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ بعد ازاں، اس نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ بلا خوف وخطر مکہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ، رسول اللہ ﷺ حضرت زیدؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ مسجد الحرام پہنچے پھر آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، دو رکعت نماز ادا کی اور پھر اپنے گھر روانہ ہوئے۔ اس دوران، مطعم بن عدی اور اس کے بیٹے آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے مسلح پہرہ دیتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ بحفاظت اپنے گھر پہنچ گئے۔ اس موقع پر ابو جہل نے مطعم بن عدی سے پوچھا کہ آیا اس نے صرف پناہ دی ہے یا اسلام بھی قبول کر لیا ہے؟ اس پر مطعم نے واضح کیا کہ اس نے محض پناہ دی ہے۔ ابو جہل نے جواب دیا: جسے تم نے پناہ دی، ہم بھی اسے پناہ دیتے ہیں۔[26]

نبی کریم ﷺ نے مطعم بن عدی کے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھا۔ یہاں تک کہ جب غزوہ بدر کے بعد قریش کے بہت سے لوگ قید ہوئے اور حضرت جبیر بن مطعم نے ان کی رہائی کے لیے درخواست کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر مطعم زندہ ہوتے اور قیدیوں کی رہائی کے لیے کہتے، تو میں ان کی خاطر تمام قیدیوں کو آزاد کر دیتا۔[27]

ہجرت کے موقع پر غیر مسلم سے معاونت لینا

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ہجرت کے دوران نبی ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ نے بنو دیل کے ایک فرد کو بطور رہنما مقرر کیا، جو بنو عبد بن عدی کے خاندان سے تھا اور راستوں کا ماہر تھا۔ یہ شخص اجرت پر رکھا گیا تھا اور اس نے قریش کے ایک بااثر خاندان، عاص بن وائل کے قبیلے کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ اگرچہ وہ قریش کے دین پر تھا، لیکن نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ نے اس کی دیانت داری پر بھروسہ کیا اور اپنی سواریاں اس کے حوالے کر دیں۔ اسے ہدایت دی گئی کہ تین دن بعد غارِ ثور پہنچے۔ چنانچہ، مقررہ وقت پر وہ وہاں پہنچا اور آپ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور عامر بن فہیرہؓ کے ساتھ روانہ ہوا۔[28]

رحیق المختوم کے مطابق، جب قریش نے تین دن تک تلاش کی بھرپور کوشش کی مگر ناکام رہے اور ان کا جوش مدھم پڑ گیا، تو نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ نے مدینہ کی جانب سفر کا فیصلہ کیا۔ اس دوران، عبد اللہ بن اریقط نامی ایک رہنما، جو صحرائی راستوں سے بخوبی واقف تھا، کو اجرت پر مدینہ تک پہنچانے کے لیے مقرر کیا جا چکا تھا۔ اگرچہ وہ قریش کے مذہب پر تھا، لیکن قابلِ اعتماد سمجھا جاتا تھا، اسی لیے اس کے حوالے سواریاں کی گئیں۔ طے پایا کہ وہ تین راتوں کے بعد غارِ ثور پہنچے گا۔ ربیع الاول کی چاند رات کو عبد اللہ بن اریقط سواریاں لے کر آ پہنچا۔ حضرت ابو بکرؓ نے نبی کریم ﷺ کو اپنی دو اونٹنیوں میں سے ایک پیش کی، مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ قیمتاً اونٹنی قبول کریں گے۔ اس کے بعد، آپ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ نے سفر کا آغاز کیا اور عامر بن فہیرہؓ بھی ہمراہ تھے۔ عبد اللہ بن اریقط نے عام راستہ اختیار کرنے کے بجائے ساحلی راہ اپنائی، تاکہ دشمنوں سے محفوظ رہا جا سکے۔ یہ قافلہ پہلے یمن کی طرف روانہ ہوا، پھر جنوب کی جانب بڑھا اور ایسے راستے پر گامزن ہوا جو زیادہ معروف نہ تھا۔ یہ راستہ بحر احمر کے قریب سے گزرتا تھا اور عام طور پر کم لوگ اسے استعمال کرتے تھے۔ عبد اللہ بن اریقط نے مختلف مقامات جیسے زیریں مکہ، عسفان، امج، قدید، خرار، ثنیہ المرۃ، لقف، مجاح، اجرد، اور بیابان تعہن سے ہوتے ہوئے فاجہ اور عرج کا سفر طے کیا۔ بعد میں، رکوبہ

کے دائیں سمت سے گزرتے ہوئے ثنیہ العائر کی راہ اختیار کی اور وادی رحم میں پہنچے۔ بالآخر یہ مبارک قافلہ قباء پہنچا، جہاں آپ ﷺ کا پرجوش استقبال کیا گیا۔[29]

شاہ مقوقس کے تحائف

جب نبی کریم ﷺ نے شاہِ مقوقس کو دعوت اسلام کے لیے ایک خط لکھا، تو اس نے اس خط کو انتہائی احترام و عزت سے قبول کیا۔ اس نے اسے ایک خوبصورت ہاتھی دانت کی ڈبیہ میں محفوظ کر کے اس پر مہر لگادی اور پھر اپنی ایک خاص لونڈی کے سپرد کر دیا۔ بعد ازاں، اس نے اپنے کاتب کو بلا کر آپ ﷺ کے نام ایک جواب تحریر کروایا۔ مقوقس نے لکھا، یہ خط عظیم قبط کے فرمانروا کی جانب سے محمد بن عبد اللہ کے نام۔ آپ پر سلامتی ہو! امابعد، آپ کا پیغام پڑھا اور آپ ﷺ کی دعوت پر غور کیا۔ میں جانتا ہوں کہ ایک نبی کے ظہور کی پیش گوئی موجود ہے، لیکن میرا خیال تھا کہ وہ سرزمین شام سے نمودار ہوں گے۔ میں نے آپ ﷺ کے قاصد کی عزت و تکریم کی اور بطور تحفہ دو معزز لونڈیاں روانہ کر رہا ہوں، جو قبطی خاندان میں اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ اس کے ساتھ، میں نے آپ ﷺ کے لیے خاص لباس اور سواری کے لیے ایک خچر بھی بھیجا ہے۔ آپ ﷺ پر سلامتی ہو۔[30]

مقوقس نے اگرچہ آپ ﷺ کے خط کو احترام و عزت سے قبول کیا، لیکن قبول اسلام سے گریز کیا اور اپنے جواب میں مزید کوئی بات شامل نہ کی۔ جو دو لونڈیاں بطور تحفہ بھیجی گئیں، ان کے نام ماریہ اور شیرین تھے اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد تک زندہ رہیں۔[31] آپ ﷺ نے ماریہ قبطیہ کو اپنے پاس رکھا اور انہی کے بطن سے حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی۔ جبکہ شیرین کو آپ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت کو ہبہ کر دیا تھا۔

آپ ﷺ کے لیے یہودی عورت کی دعوت

ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ کے پاس بکری کا زہر آلود گوشت لے کر آئی۔ آپ ﷺ نے اس میں سے ایک نوالہ لیا، لیکن فوراً محسوس کیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے اور اس کا اظہار بھی فرما دیا۔ جب اس عورت کو گرفتار کر کے لایا گیا اور اس سے پوچھا گیا تو اس نے اعتراف کر لیا کہ اس نے گوشت میں زہر ملایا تھا۔ بعض صحابہ نے اس کے انجام کے بارے میں پوچھا کہ آیا اسے سزا دی جانی چاہیے، لیکن آپ ﷺ نے درگزر کرتے ہوئے اسے قتل نہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ اس زہر کا اثر نبی اکرم ﷺ زندگی بھر اپنے تالو میں محسوس کرتے رہے۔[32]

خلاصہ کلام

ان واقعات کا تذکرہ اس لیے کیا گیا ہے تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ آپ ﷺ کو جب کسی کی جانب سے کچھ پیش کیا جاتا تو اسے قبول فرماتے تھے۔ اگر کوئی دعوت دیتا تو آپ ﷺ اسے شرفِ قبولیت بخشتے، جو کہ ایک طرح کی سماجی معاونت تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ غیر مسلموں سے کھانے کی اشیاء قبول فرماتے اور ان سے سماجی روابط استوار رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کا غیر مسلموں سے تحائف لینا نہ صرف ان کی دلجوئی کا سبب بنتا بلکہ انہیں اسلام کی طرف راغب کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ بھی تھا۔

حوالہ جات

1 سورۃ المائدہ 02:05-

2 سورہ آل عمران 64:03-

3 السرخسی، شمس الدین، محمد بن احمد، المبسوط ،0بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1997ء)، کتاب السیر ، باب صلح الملوک الموادعة، 98/10-

4 سورۃ الحج 17:22-

5 مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، **تفہیم القرآن**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2005ء)، 210/3-

6 ایضاً، ص 211-

7 ابوالبرکات، مجد الدین، امام، **المحرر فی الفقہ**، (بیروت: دار الکتب العربی، 1369ھ)، 167/2-

8 سورۃ البقرۃ 190:02-

9 سورۃ الممتحنہ 08:60-

10 سورہ بنی اسرائیل 34:17-

11 ابن اثیر، مبارک بن محمد، **النہایة فی غریب الحدیث**، (مصر: المطبعۃ عثمانیہ، 1311ھ)، 141/3-

12 عبدالکریم الزیدان، دکتور، **الحکام الذمن والمستافین فی دارالاسلام**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 1408ھ)، ص 88-

13 **الموسوعة الفقہیہ**، (الکویت: وزارت والشؤن الاسلامیہ، 1418ھ)، 168/37-

14 ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، (لبنان: دارالمعرفہ، س ن)، ص 124-125-

15 الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، **الاحکام السلطانیہ**، (بیروت: دار الفکر، 1398ھ)، ص 227-

16 کیرانوی، وحید الزمان، مولانا، **القاموس الوحید**، (لاہور: مطبع ادارہ اسلامیات، 2001ء)، ص 1144-

17 سورۃ المائدہ 02:05-

18 الخراز، خالد، **موسوعة الأخلاق**، (مصر: ادارہ الشؤون الاسلامیہ، س ن)، ص 441-

19 السعدي، عبد الرحمن بن ناصر، **تیسیر الکریم الرحمن في تفسیر کلام المنان**، (الریاض: مکتبۃ دار السلام للنشر والتوزیع، 2002ء)، 934/1-

20 ابن باز، عبد العزیز بن عبد اللہ، **مجموع فتاوى ومقالات متنوعة**، (الریاض: دار القاسم، 2005ء)، 87/5-

21 ابن کثیر، ابوفداء، اسماعیل بن عمر، **تفسیر القرآن العظیم**، (بیروت: دار ابن حزم، 2007ء)، 12/2-

22 نجیب آبادی، اکبر شاہ، **تاریخ اسلام**، (لاہور: مکتبہ خلیل، 2011ء)، 122/1-

23 صفی الرحمن مبارک پوری، مولانا، **الرحیق المختوم**، (لاہور: مکتبہ سلفیہ، 2015ء)، ص 180-

24 ایضاً، ص 182-

25 ایضاً، ص 185-

26 ابن ہشام، **السیرة النبویہ**، (لاہور: دارالسلام، س ن)، 419/1-422-

27 بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسمٰعیل، **الجامع الصحیح**، (الریاض: دارالسلام، س ن)، 573/2-

28 ایضاً، کتاب الاجیرہ، بَابُ اسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الضَّرُورَةِ، رقم الحدیث: 2263-

29 صفی الرحمن مبارک پوری، مولانا، **الرحیق المختوم**، (لاہور: مکتبہ سلفیہ، 2015ء)، ص 232-233-

30 ایضاً، ص 181-

31 ابن قیم، **زاد المعاد**، (مصر: مکتبہ المعارف، س ن)، 61/3-

32 بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسمٰعیل، **الجامع الصحیح**، (الریاض: دارالسلام، س ن)، کتاب الہبہ، باب القبول الہبة من المشرکین، رقم الحدیث: 2617-